



احمد رضا خان بریلوی کی قرآنی ترجمے میں واضح تحریف

جمع و ترتیب: طارق بن علی بروہی

مصدر: کتاب و سنت و اقوال سلف و علماء کرام۔

پیشکش: توحید خالص ڈاٹ کام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انٹرنیٹ کی دنیا میں اہل سنت والجماعت کے یہاں بدنام زمانہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو بغض رکھتا ہے لیکن اہل بدعت بلکہ شرکیہ عقائد تک رکھنے والوں کے لیے حیلے تراش کر اور مزین کر کے ان سے محبت کا درس دیتے ہوئے اس پر اتحاد امت کا خوبصورت لیبل لگا دیتا ہے۔ جی ہاں میری مراد انجینئر محمد علی مرزا جہلمی ہے۔ جس نے اپنے ایک ویڈیو میں یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ ترجمہ تو سب ہی صحیح کرتے ہیں یہ فرقہ پرست اور محض متعصب لوگوں کی پھیلائی ہوئی باتیں ہیں کہ فلاں کا ترجمہ نہ پڑھو۔ مثال کے طور پر وہ بریلوی فرقے کے بانی احمد رضا خان صاحب کے ترجمے کنز الایمان میں سے مثال پیش کرتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ترجمے کی۔ دیگر بدعتیہ کی غمازی کرنے والی تحریفات پر پردہ ڈالتے ہوئے اسے خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس کے زہریلے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

”۔۔۔ اس حوالے سے یہ علماء ایسے مجرم علماء، علماء کرائم (یعنی) مجرم علماء۔ ایک ہیں علماء پر ائم (یعنی) عزت والے علماء۔ میں ان کی بات نہیں کر رہا، میں علماء کرائم مجرم علماء جو روکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں قرآن کے ترجمے بدل گئے ہیں۔ وہ جی کچھ سے کچھ بنایے ہیں۔ میرے بھائیوں میرا یہ چیلنج ہے اس ویڈیو کی وساطت سے کہ قرآن حکیم کے کسی بھی مکتبہ فکر کا آپ ترجمہ اٹھالیں، ترجمے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم سیم نکلتا ہے۔“

پیش خدمت ہے احمد رضا خان بریلوی کے ترجمے کنز الایمان میں اپنی بدعتیہ کی کے موافق واضح تحریفات:

نبی ﷺ کو عالم الغیب ماننے کا شرکیہ عقیدہ

عالم الغیب ہونا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اِيَّاكَ يُوْبِعُثُوْنَ﴾ (النمل: 65)

(کہو کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں غیب نہیں جانتے، اور وہ شعور بھی نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے)

غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَظِيٍّ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام: 59)

(اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے، اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں (گرتا مگر اسے جانتا ہے)، اور نہ کوئی ترنہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے)

اور اسے ہر چیز کا علم کامل ہے، جو ہوا، جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا، جو نہ ہوا اگر ہوتا تو کیسے ہوتا، الغرض کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، بلکہ وہ تو عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر ہے یعنی دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔

جس کا تقاضہ ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ ہمیشہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہمارے حالات اور سب باتیں جو ہوئی اور ہوں گی وہ علم رکھتا ہے، اسی کو پکاریں، اسی سے ڈریں، امید رکھیں، پناہ طلب کریں، اپنی فریادیں اور بگڑی بنانے، حاجت روائی مشکل کشائی کے لیے بنا کسی شخصیت کے وسیلے کے براہ راست اس سے لو لگائیں اور دعاء کریں۔

البتہ انبیاء کرام علیہم السلام جو غیب کی خبریں پہنچاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے انہیں وحی کے ذریعے اطلاع ہوتی ہے:

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ (الحج: 26-27)

((وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر کسی رسول کو جسے وہ پسند کر لے، بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرہ لگا دیتا ہے)

کنز الایمان میں مطلع کی جگہ مسلط ترجمہ کیا ہے، جو اپنی بد عقیدگی کی طرف ہی ایک اشارہ ہے، جسے دیگر مقامات پر کھل کر بیان کرتے ہیں۔

بہر حال غیب پر نبی کو مطلع کیے جانے کا تقاضہ ہے ان کی باتوں پر ایمان لایا جائے، ان کی اطاعت کی جائے، ان کی نافرمانی نہ کی جائے، اور اللہ کی عبادت ان کے بتائے گئے طریقے کے مطابق کی جائے۔ لہذا یہ قطعاً جائز نہیں اللہ تعالیٰ جو کہ حقیقی عالم الغیب ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام جنہیں وحی کے ذریعے بعض امور غیب پر مطلع کیا جاتا ہے انہیں برابر قرار دے کر عالم الغیب مانا جائے، پھر اس عقیدے کے تحت انبیاء و اولیاء کو پکارا جائے، فوت شدگان کی طرف توجہ کی جائے، اور انہیں اپنے دل کے حال اور مصائب پر مطلع سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ بنایا جائے اور انہیں نذرانے اور قربانیاں پیش کی جائیں کہ یہ شفاعت و سفارش کر کے ہماری بگڑی بنادیں گے، بلکہ یہ واضح شرک ہے جس کا رد خود قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا سْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: 188)

(کہو میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں)

بلکہ خود نبی ﷺ کی زبانی مزید کہلوادیا کہ آپ ﷺ کہیں:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ (الانعام: 50)

(کہو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں)

سیدھے ترجمہ کرنے کے بجائے کہ میں غیب نہیں جانتا، اپنے غلط عقیدے کا بچاؤ کرتے ہوئے کہ اللہ کی عطا سے نبی ولی حاجت روا مشکل کشا اور عالم الغیب ہوتے ہیں باور کروانے کی کوشش کی لہذا اس کا ترجمہ یوں کیا:

(تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں)

اس کے علاوہ کتاب و سنت و سیرت میں بے شمار واقعات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے، بلکہ جو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے بعض باتوں پر مطلع فرماتا ہے وہی جانتے ہیں۔ جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے کا

واقعہ، حدیث جبریل علیہ السلام میں قیامت کے وقوع ہونے کا وقت پوچھنے پر لا علمی کا اظہار، ستر قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم کی غرض سے روانہ کرنا جنہیں دھوکے سے قتل کر دیا گیا، بروز قیامت بھی اپنے امت کے لوگوں کو پہچان کر حوض کوثر سے پانی پلانا چاہیں گے تو بعض کو روک دیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات ایجاد کی تھیں اور دین سے پھر گئے تھے۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی ذکر ہے قرآن میں بروز قیامت اپنے قوم کے بعد میں مشرک ہو جانے پر وہ لا علمی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کریں گے جب تک ہم ان میں تھے تو مطلع تھے، جب تو نے وفات دی تو پھر تو ہی سب جانتا تھا تو ہی عالم الغیب ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُحِبِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (المائدة: 116)

(اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، میرے لیے بتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو جانتا ہو گا، کہ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے، میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے)

جبکہ کفر الایمان میں اپنی اسی بد عقیدگی کا تصور دینے کے لیے جا بجا نبی کا ترجمہ ہی:

اے غیب بتانے والے (نبی)۔۔۔ کیا ہے۔ جیسے:

(اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی) (التحریم: 1)

بظاہر تو یوں لگتا ہے عالم الغیب نہیں باور کروارہے بلکہ غیب کی خبریں وحی کے ذریعے بتانا اس کا ذکر ہے۔ لیکن درحقیقت وہی بد عقیدگی کا تصور دینا چاہتے ہیں، کیونکہ:

1- خود ان کا یہ مسلم عقیدہ ہے۔

2- دوسرے مقام پر جو آگے آئے گا واضح بھی لکھ دیا کہ ماکان وما یکون کا کلی علم آپ کو ہے۔

3- اسی طرح ذاتی اور عطائی کی آڑ میں جو شرکیہ عقائد یہ راسخ کرتے ہیں وہ بھی معلوم و معروف ہیں کہ اللہ اپنی صفات والوہیت تک کو اپنے محبوب بندوں کو عطاء کر دیتا ہے جیسے عالم الغیب، حاجت روا و مشکل کشا بنا دیتا ہے۔ اوپر ترجمہ بیان ہوا کہ: میں غیب نہیں جانتا کہ بجائے میں آپ غیب نہیں جانتا کیا، یہی باور کروانے کے لیے کہ ہاں اللہ کی عطاء سے عالم الغیب اور حاجت روا مشکل کشا ہوں، نعوذ باللہ!

4- اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا جو تقاضہ ہے کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے اس سے ڈرا جاتا ہے، اسے پکارا جاتا ہے اور فریاد کی جاتی ہے وہ سب یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی روا رکھتے ہیں۔

5- اگر واقعی اس ترجمے کے علاوہ نبی کا نبی ہی ترجمہ نہ بتا ہوتا تو یہ کئی مقامات پر نبی کا نبی ہی ترجمہ نہ کرتے، جو کہ انہوں نے کیا ہے۔ لیکن بس اپنی بد عقیدگی کی جانب ایک اشارہ دینا اور لوگوں کو پختہ کرنا مقصود تھا جیسی یہ ”غیب بتانے والے“ جملے کا تکلف کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر دیکھیں کنز الایمان میں آیات: آل عمران: 68، الاحزاب: 59، الطلاق: 1 وغیرہ۔

شرکیہ عقیدہ: نبی کریم ﷺ حاضر ناظر ہیں

جہاں تک ہر جگہ ذات کے اعتبار سے حاضر ہو کر وہاں کا علم حاصل کرنے کا تعلق ہے تو یہ صفت کمال ہی نہیں بلکہ نقص ہے، کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند رہ کر جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور احاطہ کیے ہوئے ہے، اور ناظر ہے یعنی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے، لہذا اس معنی میں اپنے علم سے حاضر اور ہر چیز پر ناظر اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان صفات سے متصف کرنا شرک ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کئی مقام پر فرماتا ہے کہ آپ ﷺ فلاں موقع پر موجود نہ تھے:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقَوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيْتُهُمْ يَكْفُلْ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ (آل عمران: 44)

(یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جنہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں، اور تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے، اور نہ تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے)

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ، وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ، وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

(القصص: 44-46)

(اور اس وقت تم مغربی جانب میں نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی، اور نہ تم مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے، اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی، اور نہ تم اہل مدین میں رہنے والے تھے کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہوں اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں، اور نہ تم پہاڑ کے کنارے پر تھے جب ہم نے آواز دی اور لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تم ان لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)

اسی طرح سے نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ اسراء و معراج کا واقعہ بھی اس بات پر بالکل واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ پہلے سے بیت المقدس میں موجود نہ تھے، اور پھر آسمانوں کی سیر، اسی لیے تو یہ معجزہ ہے۔ اور مکہ سے مدینہ تمام ساتھیوں کے بعد حکم ملنے پر ہجرت فرمانا بھی اس بات کی بالکل کھلی دلیل ہے کہ آپ ﷺ مدینہ میں حاضر ناظر نہیں تھے اور بعد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کی مشکلات اور خطرات برداشت کرتے ہوئے پہنچے۔

یہی وجہ ہے کہ بدعتیہ کی میں مبتلا لوگوں کی باتیں خود ان کی عقل اور اعمال کے خلاف تک چلی جاتی ہیں جیسے کہتے ہیں سرکار کی آمد یا حضور آگئے مجلس میں سب کھڑے ہو جاتے ہیں، حالانکہ اگر ہمیشہ سے حاضر ناظر ہیں اس جگہ پر تو آمد کا کیا معنی!

چنانچہ اپنے اس برے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ترجمے میں تحریف کرتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ (الاحزاب: 45)

(اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا)۔

یہاں شاہد کا ترجمہ اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے حاضر و ناظر کر دیا حالانکہ شہادت و گواہی کے لیے حاضر و ناظر ہونا ضروری نہیں بلکہ یقینی خبر جیسے اللہ کی وحی جو رسولوں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے اس کی بھی گواہی و شہادت پورے یقین و ایمان کے ساتھ دی جاتی ہے، جیسے ایمان بالغیب ہے کہ اللہ کی ذات کو، جنت و جہنم کو بن دیکھے ماننا اور ان کی گواہی دینے والا

مومن ہے۔

اور چونکہ بد عقیدگی ایک جھوٹ ہے اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا اور تضاد بھی پایا جاتا ہے، جبکہ جو چیز اللہ کی طرف ہو تو اس میں کبھی تضاد نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (النساء: 82)

(کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے)

اسی لیے دیگر مقامات پر خود ہی ترجمہ کیا کہ نبی ﷺ وہاں موجود و حاضر و ناظر نہ تھے۔

﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ أَفَلَا مَهْمُ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (آل عمران: 44)

(یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے)

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْعَرْشِ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص: 44)

(اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے)

لہذا تضادات پر مبنی یہ ترجمہ اور یہ عقیدہ ہر گز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔

شرکیہ عقیدہ: نبی کریم ﷺ نور من نور اللہ ہیں

رسول اللہ ﷺ بشر تھے جیسا کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام ہوا کرتے تھے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَسَلُّوا أَهْلَ الدِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: 43)

(اور ہم نے تم سے پہلے بھیجے مگر مرد ہی، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ سوا اہل ذکر (علماء) سے پوچھ لو، اگر تم جانتے

(نہیں)

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ--﴾ (الکھف: 110)

(کہہ دو میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، (البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود (برحق) ہے) حالانکہ مشرکین اس بات کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوتے تھے کہ رسول بشر نہیں ہو سکتا بلکہ اسے نوری مخلوق فرشتہ ہونا چاہیے۔

﴿فَقَالَ الْمَلِكُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ﴾ (المؤمنون: 24)

(تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک بشر، جو چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کر لے، اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور کوئی فرشتہ اتار دیتا، ہم نے یہ (بات تو) اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنی)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا تھا جو ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

نصاری کی طرح مبالغہ کر کے بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نور من نور اللہ ہیں جیسا کہ نعوذ باللہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا جزء و حصہ ویٹا کہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾ (الزخرف: 15)

(اور انہوں نے اس کے لیے اس کے بعض بندوں کو جزء بنا ڈالا، بے شک انسان یقیناً صریح ناشکر ہے)

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ (الاخلاص: 3)

(نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا)

جو حدیث پیش کی جاتی ہے کہ: اے جابر! اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے، پھر اس سے ساری کائنات کو پیدا کیا وغیرہ۔۔۔ جسے مصنف عبد الرزاق کی طرف جھوٹا منسوب کیا جاتا ہے، جبکہ درحقیقت یہ غالی صوفیوں کی ایجاد کردہ من گھڑت حدیث ہے جو جاہل عوام میں مشہور ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ (دیکھیں فتویٰ کمیٹی، سعودی عرب کا فتویٰ

رقم 7529)

چنانچہ مشرکین نے بشر مانا جو کہ حقیقت ہے لیکن نبی نہیں جو کہ کفر ہے۔ جبکہ انہوں نے نبی مانا لیکن بشر نہیں جو کہ قرآنی آیات کا واضح انکار ہے۔

اگر یہ نوری مخلوق مانتے ہیں تو بھی تو ہیں ہے کیونکہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور بنی آدم کے پیغمبروں کو ان پر فضیلت دی گئی سجدہ تک کروایا گیا۔ اور اگر کہتے ہیں نہیں نوری مخلوق نہیں بلکہ خالق والا نور تو نعوذ باللہ یہی تو تمام لوگوں کے نزدیک شرک ہے کہ اللہ کی صفت نور میں کسی کو حصہ دار و شریک بنا دیا گیا۔

تمام رسول بشر ہی ہوا کرتے تھے۔

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (ابراہیم: 11)

(ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم نہیں ہیں مگر تمہارے جیسے بشر ہی اور لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے)

کنز الایمان کا ترجمہ: (ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ بشر ہی کو رسول بناتا ہے۔

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾

(آل عمران: 79)

(کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ) کنز الایمان

ان کے مطالبے پر فرشتے بھیجتا تو وہ بھی بشر بنا کر تو وہ اسی شبہ میں پڑے رہتے۔

﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۚ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ لَقُصِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۚ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا

وَلَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلِيْسُونَ (الانعام: 8-9)

(اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی، اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں) کنز الایمان
یعنی رسولوں کی بشریت سے فرار و انکار ممکن ہی نہیں۔

چنانچہ جہاں بشریت کو نبی ﷺ کی ہی زبانی تسلیم کروایا گیا ہے وہاں ترجمے میں اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے صاحب کنز الایمان کی طرف سے مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (الکہف: 110)

(تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں)

1- اپنے باطل عقیدے کا بچاؤ، کہ ظاہر البشر دکھ رہا ہوں اصلاً نور ہوں۔

2- حالانکہ کسی نبی کا انسان ہونا یہ شرف و عظمت ہے، جبھی تو لوگ ان کی پیروی کر سکیں گے، ورنہ عذر پیش کریں گے یہ تو انسان نہیں ہم کہاں ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں، قرآنی آیات موجود ہیں کہ ہم نے اسی مقصد کے تحت فرشتوں کے بجائے انسانوں میں انسان ہی کو نبی بنا کر بھیجا:

﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا، أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا، أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَ بَالِدًا مِّنَ السَّمَاءِ بَينًا، أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرَفٍ أَوْ تَرْفِقِ فِي السَّمَاءِ وَلَكِن نُّؤْمِنُ بِرُوحِكَ حَتَّى تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا، وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطَهِّرِينَ لَنُزِّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾ (الاسراء: 90-95)

(اور انہوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے، یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان خوب نہریں جاری کر دے، یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے، یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں

چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا بھی ہر گز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تم کہو میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے، اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دو اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو مطمئن ہو کر چلتے (پھرتے) تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام پہنچانے والا اتارتے)

3- ہاں البتہ بشریت میں بھی آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دوسرے انسانوں سے کامل، اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں، اس کا تو کوئی انکاری نہیں۔ ہاں یہ بد عقیدہ لوگ صحیح العقیدہ لوگوں کو بدنام کرنے کے لیے مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھو بالکل ہر چیز میں اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔

4- بلکہ ان کے اپنے اس عقیدے کے مطابق بھی ان کا ترجمہ خود گستاخی پر مبنی ہے کہ نبی ﷺ کافروں مشرکوں اور عام لوگوں کو کہہ رہے ہیں ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں! حالانکہ آپ ﷺ نہایت خوبصورت حسن کا پیکر تھے۔ ایک طرف تو یہ غلو میں پتہ نہیں کیا کیا نعتیں پڑھے جاتے ہیں دوسری طرف ان کے اعلیٰ حضرت کہہ رہے ہیں ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں!

باطل عقیدہ سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا ہوا اور آپ ﷺ ایک ستارہ تھے

سورۃ النجم کے واضح اور سیدھا ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے ستارے کی قسم کھائی، میں کھلم کھلا تحریف کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں۔

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ (النجم: 1)

(اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اترے)

جی ہاں! یہ کوئی تفسیر نہیں بلکہ محض ترجمہ ہے۔ عام انسان بھی دیکھ سکتا ہے اس میں محمد ﷺ اور معراج کے الفاظ ہی نہیں ہیں۔ ہاں آگے آیات اسی متعلق ہیں جو تفسیر میں بیان ہوتی ہیں، مگر الفاظ کا ترجمہ ہی! اس کا سیدھا ترجمہ ہے کہ:

(قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے!)

دراصل دیگر تحریفات کی طرح یہ بھی ان کی بد عقیدگی و خرافات کی غمازی کرتا ہے۔ جو ایک باطل و من گھڑت روایت اس قسم کے بد عقیدہ غالی لوگ پیش کرتے ہیں کہ کائنات سے پہلے نبی ﷺ کا نور بنایا گیا پھر اس سے سب کو پیدا کیا گیا۔ اسی طرح جبرئیل علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ نے ان کی عمر پوچھی تو ایک ستارے کے دیکھنے کا حوالہ دیا کہ اتنے ہزار ہا برس کے بعد وہ ایک

بار طلوع ہوتا ہے اور اتنے ہزار بار اسے دیکھا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا وہ ستارہ میں تھا⁽¹⁾۔

حالانکہ کتاب و سنت سے جو سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں ملتا ہے وہ پانی، عرش و قلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾
(ہود: 7)

(اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کائنات میں سب سے پہلے جو تھا اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

”كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ“⁽²⁾

(اللہ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر اس نے آسمانوں و زمین کو پیدا فرمایا اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی)۔

اس کے بعد قلم کو پیدا کر کے سب کچھ لکھنے کا حکم دیا:

”إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ“⁽³⁾

¹ اس گمراہ کن من گھڑت روایت کے الفاظ جو کہ جاہل صوفیوں میں عام ہے کچھ اس طرح سے ہیں: سأل النبي صلى الله عليه وسلم فقال " : يا جبريل كم عمرت من السنين؟ ، فقال : يا رسول الله لا أعلم، غير أن في الحجاب الرابع نجما يطلع في كل سبعين ألف سنة مرة ، رأيته اثنين و سبعين ألف مرة ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : و عزة ربي أنا ذلك الكوكب۔

² صحیح بخاری 7418۔

³ رواه الترمذي (2155) وأبو داود (4700)، وصححه الألباني في صحيح الترمذي.

(بے شک اللہ تعالیٰ نے قلم کو پہلے پہل پیدا کیا تو اسے حکم دیا کہ لکھ: اس نے عرض کی: اے رب! کیا لکھوں؟ فرمایا: تا قیامت تمام چیزوں کی تقدیر لکھو)۔

غلط عقیدہ: یہ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہی بنی ہے

اسی کی عکاسی اپنے اس باطل و تحریفی ترجمے میں کرتے ہیں:

﴿حَلَقَ الْإِنْسَانَ﴾ (الر حمن: 3)

جس کا سیدھا سادہ ترجمہ ہے کہ:

(اس نے انسان کو پیدا کیا)۔

اعلیٰ حضرت ترجمہ کرتے ہیں:

(انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا)۔

اب یہ جان محمد وغیرہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے!

اس تحریف کے پیچھے وہی من گھڑت حدیث پر مبنی عقیدہ کار فرما ہے کہ نبی ﷺ وجود کائنات ہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

یہ بات بالکل جانی مانی اور زبان زد عام ہو چکی ہے گویا کہ یہ کوئی بدیہی حقیقت ہے کہ بلاشبہ یہ دینا و ما فیہا رسول اللہ ﷺ کے لیے پیدا کی گئی ہے، اگر آپ نہ ہوتے تو یہ نہ پیدا ہوتی نہ اس کا کوئی وجود ہوتا۔ ہم آپ فضیلۃ الشیخ سے اپنے اس سوال کا جواب دلیل کے ساتھ چاہتے ہیں، آیا واقعی ایسا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، و جزاکم اللہ خیراً؟

جواب: یہ بعض عوام الناس کا قول ہے جو کچھ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ: یہ دنیا محمد ﷺ کے لیے بنائی گئی ہے، اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو یہ دنیا ہی نہ پیدا کی جاتی اور نہ ہی لوگوں کو پیدا کیا جاتا۔ یہ بالکل باطل بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں، یہ فاسد کلام ہے⁽⁴⁾۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس لیے پیدا کی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو اور اس سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کو جانا

⁴ ہمارے یہاں بھی جاہلوں کی طرح بالکل یقینی طور پر اسے بے دریغ القاب و نعوتوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے:

جائے، اور تاکہ اس کی عبادت کی جائے۔ اس دنیا کو پیدا کیا اور مخلوقات کو تاکہ اسے اس کے اسماء و صفات، اور اس کے علم و فضل سے جانا جائے۔ اور تاکہ اس اکیلے کی بلا شرکت عبادت کی جائے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔ نامحمد کے لیے، نہ ہی نوح، نہ موسیٰ اور نہ عیسیٰ علیہم السلام کے لیے اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے لیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اکیلے اس کی بلا شرکت عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوری دنیا اور تمام مخلوقات کو اپنی عبادت، تعظیم کے لیے اور اس بات کے لیے کہ پیدا فرمایا کہ لوگ جان لیں کہ وہ بے شک ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یقیناً وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: 56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر صرف اسی لیے کہ وہ میری عبادت کریں)

پس اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ بے شک اس نے انہیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں، تاکہ محمد ﷺ کے لیے۔ اور محمد ﷺ مجملہ دیگر مخلوقات کی طرح اپنے رب کی عبادت کے لیے ہی پیدا فرمائے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: 99)

(اور اپنے رب کی عبادت کرو، یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین (موت) آجائے)

اور اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق میں فرماتا ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق: 12)

(اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ

آقائے نامدار وجہ وجود کائنات۔

اے کہ تیرا وجود ہے وجہ وجود کائنات۔

تیرے لیے ہی دنیا بنی ہے نیلے گگن کی چادر سچی ہے، تو جو نہیں تھا دنیا تھی خالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی (نعوذ باللہ)۔

(توحید خالص ڈاٹ کام)

بے شک اللہ ہر چیز پر بھرپور قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے)

اور اس سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ (ص: 27)

(اور ہم نے آسمان وزمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لیے تخلیق فرمایا کہ وہ اس کی عبادت کریں، انہیں حق کے لیے اور برحق پیدا فرمایا تاکہ اس کی عبادت، اطاعت اور تعظیم ہو۔ اور تاکہ جان لیا جائے کہ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ سب کام وہی کرتا ہے۔

چنانچہ اے سائل! یہ باتیں جو آپ نے سنی ہیں محض باطل ہیں جن کی کوئی اساس نہیں۔ اللہ نے مخلوق کو، نہ جن کو، نہ انس کو، نہ ہی آسمان وزمین یا ان کے علاوہ تمام چیزوں کو محمد ﷺ کے لیے پیدا فرمایا، اور نہ ہی آپ کے سوا دیگر رسولوں کے لیے۔ بلکہ اس نے صرف اور صرف مخلوق کو اس لیے پیدا فرمایا یا اس دنیا کو تخلیق فرمایا کہ اس اکیلے کی بلا شرکت عبادت ہو، اور تاکہ وہ اپنے اسماء و صفات سے جانا جائے۔ یہی بات حق ہے اور اسی پر دلائل دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ محمد ﷺ اشرف الناس ہیں، تمام لوگوں میں سب سے افضل، خاتم الانبیاء اور سید ولد آدم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے خود انہیں بھی اپنے رب کی عبادت کرنے کے لیے پیدا فرمایا، اور دیگر لوگوں کو بھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں۔ انہیں محمد ﷺ کے لیے پیدا نہیں فرمایا، اگرچہ آپ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لیں اور دوسروں تک پہنچادیں اے سائل۔

کیونکہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اور اس میں ایسے لوگ بھی مبتلا ہو گئے جو علم کی طرف منسوب ہوتے ہیں، جاہلوں اور غالی لوگوں میں سے، کہ جن کے پاس حقیقی علم میں سے کچھ حصہ نہیں۔ اور یہ بات عام عوام پر معاملے کو مشتبہ کر دیتی ہے کہ جن کے پاس کوئی علم نہیں۔ حالانکہ جو اہل علم و بصیرت ہیں وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ یہ بات بالکل باطل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بے شک مخلوق کو اکیلے اس کی بلا شرکت عبادت کے لیے، اور تاکہ اسے اس کے ناموں اور صفات سے جانا جائے، اور یہ کہ بے شک وہ حکیم و علیم ہے، سمیع و مجیب ہے، اور وہ علیم اور علی کل شیء قدیر ہے، اور یقیناً وہ اپنی ذات، اسماء و صفات و افعال میں کامل ہے (ان باتوں کی معرفت کے لیے پیدا فرمایا ہے)۔

(فتاویٰ نور علی الدرب < المجلد الأول < کتاب العقیدة < باب ما جاء في التوحيد < بیان الحکمة من خلق الدنيا)

سوال 3 فتویٰ رقم 9886:

کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو نبی کریم ﷺ کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور اس بات کا کیا معنی ہے ”لولاك لولاك لما خلق الأفلاك“⁽⁵⁾ (اگر تم نہ ہوتے! اگر تم نہ ہوتے! تو یہ کائنات بھی نہ پیدا کی جاتی) کیا اصلاً یہ کوئی حدیث ہے، اور یہ صحیح ہے یا نہیں، اس کی حقیقت ہمارے لیے واضح فرمائیں؟

جواب از فتویٰ کمیٹی، سعودی عرب:

آسمان وزمین آپ ﷺ کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، بلکہ اس چیز کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق: 12)

(اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر بھرپور قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے)

البتہ جو حدیث سوال میں مذکور ہے وہ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا ہے، جس کی صحت کی کوئی اساس نہیں۔

وبالله التوفيق. وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو نائب رئيس اللجنة الرئيس

عبد الله بن غديان عبد الرزاق عفيفي عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة < العقائد < الإيمان < أركان الإيمان < الإيمان بالأنبياء والمرسلين < التحذير من الغلو في الأنبياء < س3: هل يقال: إن الله خلق السماوات والأرض لأجل خلق النبي صلى الله عليه وسلم،

⁵ اس کے علاوہ اس کے یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ شیخ البانی السلسلة الضعيفة 280 میں فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

وما معنی (لولاك لولاك لما خلق الأفلاك) هل هذا حديث أصلاً، هل صحيح أم لا، بین لنا حقیقتہ؟

علم غیب ماکان و مایکون یعنی جو ہوا جو ہو گا سب کا کلی علم نبی ﷺ کے لیے ماننے کا شرکیہ عقیدہ

سورۃ الرحمن ہی میں اس آیت کے بعد فرمان الہی ہے کہ:

﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمن: 4)

جس کا نہایت سہل و سیدھا ترجمہ ہے کہ:

(اسے بیان سکھایا) یا (اسے بات کرنا سکھایا) یعنی انسان کو۔

اعلیٰ حضرت ترجمہ کرتے ہیں:

(ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا)۔

مگر اپنے شرکیہ عقیدے جس میں وہ نبی ﷺ کو عالم الغیب اور مختار کل مانتے ہیں لہذا اسی وجہ سے وہ ہمیں ہمیشہ دیکھ رہے ہیں اور ہماری فریاد سن کر حاجت روائی مشکل کشائی کرتے ہیں، حالانکہ اسباب سے بالاتر یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور کسی مخلوق کے ساتھ یہ سلوک کرنا اسے اللہ کا شریک بنانا ہے۔

اپنوں کی معافی

انبیاء کرام ﷺ جو کچھ اللہ کی طرف سے وحی پہنچاتے ہیں اس میں وہ بالکل معصوم عن الخطاء ہیں، ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے، غلطی سے محفوظ رکھتا ہے، ہو جائے تو فوراً اصلاح فرما دیتا ہے۔ یہ کتاب و سنت سے ثابت ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ لیکن غلو میں مبتلا لوگ اپنی دانست میں ہر چیز کو گویا کہ نبی ﷺ کی شان کے خلاف سمجھ کر اپنی سی تاویلات کر کے کتاب و سنت کی تحریف سے بھی باز نہیں آتے کہ بس کسی طرح رسولوں کو مافوق الفطرت اور مافوق البشر ہستی ثابت کیا جائے۔ جیسے انہیں انسان کہنا، ان کا سایہ ہونا، یا ان کی وفات ہو جانا، بھول چوک ہو جانا جس پر اللہ کی طرف سے فوراً اصلاح ہو جاتی ہے وغیرہ، یہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ باتیں جو رسالت پر ایمان لانے میں شامل ہیں نہیں مانتے اور اسے بے ادبی و گستاخی سمجھتے ہیں، العیاذ باللہ!

سورۃ الانبیاء ہی میں اللہ تعالیٰ نے واضح بیان فرما دیا کہ انبیاء کرام ﷺ کیا ہوتے ہیں:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رَجَالًا تُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ (الانباء: 7-8)

(اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے، تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو، اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں) کنز الایمان

اور رسول اللہ ﷺ سے جب نماز کی رکعتوں میں بھول ہو گئی تو فرمایا:

”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أُنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي“⁽⁶⁾

(میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لیے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلادیا کرو)۔

اور جس بد عقیدگی کے نقائص ہم نے پہلے بھی ذکر کیے۔ لہذا نبی ﷺ سے کبھی بھول چوک ہو جانا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً تنبیہ کر دی جائے ایسا تو کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ جیسے جنگی قیدیوں کو قتل کے بجائے مال لے کے چھوڑنے پر سورۃ الانفال 67-68 اور اس کی تفصیل صحیح مسلم حدیث 4588 کتاب الجہاد والسیار، 18. باب الإمداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر وإباحۃ الغنائم میں اور سورۃ عبس کا شان نزول دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر اسے ناممکن تصور کرتے ہوئے آیت کا اپنی مرضی سے معنی مفہوم ہی بدل دینا اسی بد عقیدگی کا شاخسانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ (غافر: 55)

(پس صبر کرو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کے لیے بخشش مانگو، اور دن کے پچھلے اور پہلے پہر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو)

کنز الایمان کا ترجمہ:

(تو اے محبوب، تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے

⁶ صحیح بخاری 401، صحیح مسلم 1285۔

صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ استغفار صرف گناہ ہونے کی صورت میں لازمی نہیں ویسے بھی یہ ایک عبادت اور قرب الہی کا ذریعہ ہے اور امت کو تعلیم کے لیے بھی ہے۔ (دیکھیں تفسیر قرطبی وغیرہ)

اس کے علاوہ اس کے مزید فوائد ہیں جیسے مشکلات میں آسانی اور ایسی جگہ سے رزق ملنا کہ وہم گمان بھی نہ ہو۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تو یہ شان ہے کہ بھرپور عبادت کر کے اور برائیوں سے بچ کر بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ کے احسانات کا حق ادا نہ ہوا۔ یہ ان کی تواضع و انکساری ہے جو بلندی درجات کا سبب ہے۔

جیسے مشہور حدیث شفاعت میں جو کہ بخاری وغیرہ میں ہے اولو العزم پیغمبر تک سفارش کے لیے ہمت نہیں کریں گے اپنا عذر کوتاہی کا حوالہ دے کر حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشی جا چکی اور کچھ تو نافرمانی بھی نہیں تھیں مگر کمال خشیت و تواضع میں وہ اسے تقصیر و عذر سمجھتے تھے جیسے آدم علیہ السلام اپنا غلطی کا حوالہ دیں گے اور ابراہیم علیہ السلام اپنے تین کذبات کا حالانکہ وہ معاریض تھے اور اللہ کی ذات کے لیے تھے۔ بخاری 4712، مسلم 194۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حوالہ بھی دیا گیا کہ آپ اتنی رات قیام فرماتے ہیں قدم مبارک سو ج جاتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اگلا پچھلا سب معاف ہے، تو جواب فرمایا:

”أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا“ (7)

(تو پھر کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!)۔

اسی حدیث سے سمجھ لیں کہ اپنے گناہ کی بخشش طلب کرنا شکر گزاری کے باب میں بھی ہے۔

اسی طرح استغفار جیسی عظیم عبادت و قربت سے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں کی مزید تطہیر فرماتا اور نکھار پیدا کرتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

7 صحیح بخاری 6471، صحیح مسلم 2819۔

”إِنَّهُ يُعَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً“⁽⁸⁾

(میرے دل پر پردہ ہو جاتا ہے اور میں اللہ سے ہر روز سو بار مغفرت مانگتا ہوں)۔

شیخ عبد المحسن العباد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُعَانُ کی تفسیر پردہ ہو جانے سے کی گئی ہے۔ اور کہا گیا: اس سے مقصود یہ ہے جو سہو کبھی آپ سے ہو جاتا ہے۔ تو بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل سے دن میں ستر مرتبہ استغفار فرماتے ہیں حالانکہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، جن کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں صلوات اللہ وسلامہ وبرکاتہ علیہ۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے (بخشش طلب کرنے) کی توجیہ کا تعلق ہے اور کیا یہ اس مسئلے میں داخل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی گناہوں کا وقوع ہوتا ہے؟

تو اس میں یہ ہے کہ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ بلاشبہ ان سے کبیرہ گناہ تو نہیں ہوتے، البتہ صغیرہ کے تعلق سے اہل علم میں اختلاف ہے۔ اور جو اس کو ثابت ماننے کے قائلین ہے وہ کہتے ہیں: اس کے نتیجے میں ان کے کمال میں اضافہ ہوتا ہے اس زاویے سے کہ وہ استغفار کرتے اور دعائیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی شان بلند فرماتا ہے، ان کی قدر و منزلت کو اونچا کرتا ہے۔

اور علماء میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں: ان سے کبھی خلاف اولیٰ کام ہو جاتا ہے، جس میں وہ باتیں ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں عتاب کیا گیا جیسا کہ نابینا صحابی کا قصہ سورۃ عبس میں، اسی طرح سے غزوہ بدر کے قیدیوں کا جو معاملہ ہوا تھا، اور دیگر باتیں جو قرآن میں آئیں کہ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کیا گیا تھا۔

یہ بھی کہا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا اللہ کی عبادت میں سے ہے۔ اسی طرح سے امت کی تعلیم میں سے بھی ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔ اس طرح کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہونے کے باوجود استغفار کرتے ہیں تو وہ تمہارے لیے اعلیٰ نمونہ اور قدوۃ ہیں۔ جبکہ یہ لوگ گناہ کرتے ہیں اور بخشش طلب کرنے کے محتاج ہیں ان کے لیے اس میں اعلیٰ نمونہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں⁽⁹⁾۔

⁸ صحیح مسلم 6858۔

⁹ شرح سنن أبي داود لفضيلة الشيخ عبد المحسن العباد۔

اسی طرح سورۃ الفتح میں فرمایا:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا، لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح: 1-2)

(بے شک ہم نے تمہیں فتح دی، ایک کھلی فتح، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بخش دے تمہارے گناہ میں سے جو ہوں اگلے اور پچھلے)

کنز الایمان کا ترجمہ:

(تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے)۔

ظاہر ہے یہاں شرعی شفاعت جو اللہ کے اذن سے ہوگی اس کا ذکر نہیں ہے وہ تو برحق ہے۔ لیکن یہاں اپنے غلط عقیدے اور خود ساختہ ادب کے معیار کی وجہ سے ترجمے میں ہی تحریف کر ڈالی۔ اور قرآنی اصول کے بھی خلاف کہ:

﴿الَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (النجم: 38)

(کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے پوری قوم، قریبی رشتہ داروں بلکہ اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا تک کو صاف بتا دیا کہ:

”وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِّينِي مِنْ مَالٍ مَا شِئْتِ، لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا“⁽¹⁰⁾

(اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو لیکن اللہ کے سامنے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا)۔

اور بدعقیدگی میں تضاد ہوتا ہے اور بندہ خود پھنس جاتا ہے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کی تاویل کرنے والے اشاعرہ ماتریدیہ اللہ کی صفت مجبئی اس کے بروز قیامت آنے کی تاویل اس کے عذاب یا حکم یا نشانی سے کرتے ہیں تو ایک آیت میں دونوں کو الگ الگ ذکر کر دیا گیا جس کی تاویل ہی ممکن نہ رہی۔

¹⁰ البخاری الوصایا (2602)، مسلم الإیمان (206)، النسائی الوصایا (3646)، أحمد (361/2)، الدارمی الرقاق (2732)۔

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ (الانعام: 158)

(وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے)

اور اللہ کی صفت ید (ہاتھ) کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں تو ایک آیت میں دونوں ہاتھوں کا صاف ذکر آگیا:

﴿بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدہ: 64)

(بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے)

کنز الایمان کا ترجمہ:

(بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے)۔

یہاں بھی دو ہاتھوں کی صفت کے انکاری ہونے کی وجہ سے بس ہاتھ ترجمہ کر دیا۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہاتھ کی تاویل قدرت سے کرنے والے دو ہاتھوں کی کیا دو قدرت سے کریں گے!

بالکل اسی طرح انہوں نے مندرجہ بالا سورۃ غافر اور الفتح کی آیات میں تو اپنوں کی بخشش کہہ دیا لیکن سورۃ محمد میں دونوں کا ساتھ ہی الگ الگ ذکر جب ہوا کہ اپنے ذنب (گناہ) کی اور مومنین و مومنات کی الگ سے بخشش طلب کریں تو ایک نیا ہی ترجمہ گڑھ لیا اپنے عام و خاص کی بخشش طلب کریں۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (محمد: 19)

(اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو)۔ کنز الایمان

نبی ﷺ کو وسیلہ سمجھ کر پکارنا شرک ہے

انبیاء و اولیاء کو غائب اور وفات کے بعد وسیلہ سمجھ کر پکارنا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہیں یہی مشرکین کا عقیدہ ہوا کرتا تھا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رب، خالق و مالک مانتے تھے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (یونس: 18)

(اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں)

اور فرمایا:

﴿إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (الزمر: 3)

(خبردار! خالص دین صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے، اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر کے اس کا مقرب بنادیں۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو)

چونکہ یہ فرقہ اسی قسم کے شرکیہ عقائد رکھتا ہے اس لیے اس آیت کے ترجمے میں مغالطہ دینا چاہا کہ:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (النساء: 64)

(اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) (کنز الایمان)

حالانکہ اس میں ماضی کی بات ہو رہی ہے جو کچھ منافقین نے کیا تھا اس کے تناظر میں، جان بوجھ کر اسے حال و مستقبل کا صیغہ بنا دیا کہ بعد از وفات بھی یہی طریقہ جاری رہے گا۔

شیخ عبدالمحسن العباد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے جسے اس کا ماقبل و مابعد بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے پاس آنا آپ ﷺ کی حیات کے ساتھ خاص تھا۔ یہ بات صحیح البخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جب کہا کہ ہائے میرا سر! تو نبی

ﷺ نے فرمایا:

”ذَٰكَ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكَ وَأَدْعُوكَ“ (11)

(اگر تو میرے جیتے جی فوت ہوگئی تو میں تیرے لیے بخشش طلب کروں گا اور دعاء کروں گا)۔

اگر آپ ﷺ اپنی وفات کے بعد بھی کسی کے لیے بخشش طلب کرتے تو پھر اس میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ ﷺ ان سے پہلے فوت ہوں یا بعد میں۔ اور بعض اہل بدعت تو اس سے بھی بڑھ کر گمان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک قبر سے نکالا اور ان کے کسی پیروکار سے مصافحہ فرمایا! اس بات کے بطلان کو یہی کافی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا جبکہ وہ اس امت کے سب سے افضل ترین لوگ تھے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

”أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفِّعٍ“ (12)

(میں بروز قیامت تمام اولاد آدم کا سید و سر دار ہوں، اور وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس کی قبر شق ہوگی، اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی)۔

اور یہ قبر کا پھٹنا مگر جی اٹھنے کے وقت ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ﴾ (المؤمنون: 16)

(پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے)۔

(بطلان قصتی الأعرابي والعنبي عند قبر سيد المرسلين، عبد الرحمن العميسان ص 175-176)

اسی طرح شیخ عبد المحسن العباد حفظہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

11 صحیح بخاری 5666۔

12 صحیح مسلم 2279۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا حَنِيمًا﴾

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی قبر کے پاس آیا جائے۔ بلکہ اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کی حیات میں آپ کے پاس آیا جائے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا۔ اسے میں نے اپنے رسالے ”اہمیت توحید العبادۃ“ ص 69 میں واضح کیا ہے اپنے اس قول سے کہ:

”قبر والوں کی زیارت کی جائے اور ان کے لیے دعاء کی جائے نہ کہ ان سے دعاء کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے طلب کیا جائے نہ کہ خود ان سے کوئی چیز طلب کی جائے، نہ دعاء، نہ شفاعت، نہ نفع کو طلب کرنے یا ضرر کو دور کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے کہ جس سے دعاء کی جائے اور امیدیں رکھی جائیں، جبکہ اس کے علاوہ جو ہیں ان کے لیے دعاء کی جائے نہ کہ ان سے دعاء کی جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ آپ سے آپ ﷺ کی حیات میں طلب کرتے کہ وہ ان کے لیے دعاء فرمائیں، جبکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی برزخی زندگی میں کبھی ایسا نہیں کیا کہ آپ ﷺ کی قبر کی طرف گئے ہوں اور آپ ﷺ سے دعاء کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط سالی ہوئی تھی تو انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو بارش طلب کرنے کی دعاء کے لیے درخواست فرمائی۔ چنانچہ امام البخاری نے اپنی صحیح 1010 میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ وہ کہتے ہیں کہ:

”أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحْطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ“

(جب کبھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو آپ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے بارش طلبی کی درخواست کرتے اور فرماتے کہ: اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو، تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو، تو ہم پر پانی برسا۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: چنانچہ پھر خوب بارش دیے جاتے)۔

اگر نبی کریم ﷺ سے آپ کی وفات کے بعد دعاء کی درخواست کرنا روا ہو تا تو کبھی بھی عمر رضی اللہ عنہ انہیں چھوڑ کر عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

(کتاب الإيضاح والتبيين في حكم الاستغاثة بالأموات والغائبين ص 33-34)

اسی طرح باطل عقیدہ وسیلہ و توسل کو اس آیت سے بھی ثابت کرنے کے لیے اپنا من پسند ترجمہ کیا:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْهِمُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَذَّبُوا فَأَخَذَهُم مَّا عَرَفُوا بِهٖ فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (البقرة: 89)

(اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنہوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آگئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے)

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

(اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر)۔

پھر کیوں نہ ان کے فرقے والے بد عقیدگی میں مبتلا ہوں اور ڈٹے رہیں، جب وہ ترجمہ پڑھتے ہیں کہ اللہ نے یہی فرمایا ہے، اور بڑی شد و مد سے وہ بھی یہی دلائل پیش کر کے اپنے زعم میں حق پر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان بیچاروں کو نہیں پتہ کہ تفسیر تو کجا ترجمے میں اعلیٰ حضرت نے اپنی اہواء پرستی میں باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لیے کیا کچھ تحریفات کی ہیں۔

اہل بدعت ہمیشہ واضح محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہہ کے پیچھے لگتے ہیں جیسا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ نے ان کی نشانی بیان فرمائی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلَةٍ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران: 7)

(وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں البتہ بعض متشابہہ ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ ان میں سے تشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں، اور اس کی تاویل چاہتے ہوئے حالانکہ اس کی حقیقی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جو لوگ راسخ فی العلم ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو نہیں پکڑتے مگر عقل والے)

رسول اللہ ﷺ نے جب مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی تو ساتھ ہی فرمایا کہ:

”فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ سَمَى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ“ (13)

(جب تم دیکھو ایسے لوگوں کو جو قرآن کریم کی متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں، تو جان لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لے کر تمہیں ان سے خبردار کیا ہے)۔

کیونکہ پہلے سے وہ ایک غلط عقیدہ دل میں بٹھا کر پھر اس کے مطابق کتاب و سنت کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ اس کی تفسیر کیا ہے جو سلف صالحین سے منقول ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ماثور تفاسیر و روایات دیکھ لیں جیسے تفسیر الطبری میں یہی مفہوم ہے کہ یہود مشرکین سے لڑتے وقت کہتے کہ ہمارے نبی کے آنے کا زمانہ قریب ہے پھر ان کے ساتھ مل کر ہم تمہیں تمہیں نہیں کر دیں گے، لیکن جب وہ آئے تو اسی حد میں کہ یہ ہم میں سے نہیں ہوئے عرب میں سے ہوئے ہیں اس کے منکر بن گئے۔

یہاں وسیلے سے دعاء کی بات ہی نہیں! کیا یہود کہتے تھے اے اللہ نبی کے وسیلے صدقے فتح دے، حالانکہ وہ تو اس وقت موجود نہ تھے، ہاں بلکہ وہ بھی اسی کے قائل تھے کہ جب وہ مبعوث ہوں گے زندہ حاضر تو اسباب کے تحت اللہ کی مدد سے ان کے ساتھ مل کر ہم تمہارے خلاف لڑیں گے۔ یہ تو بالکل اسباب کے تحت بات ہے۔

پھر کیا صحابہ کو یہی تفسیر نبی ﷺ نے سکھائی کہ میرے وسیلے سے دعاء کرو، یا خود مجھے ہی پکارو وغیرہ حاضری اور وفات کے بعد بھی اس عقیدے سے کہ میں اللہ کے حضور سفارش کروں گا اور وسیلہ بنوں گا؟! ہرگز نہیں بلکہ تمام دعائیں اللہ سے براہ راست کرنے کا حکم دیا اور عمل بھی کر کے دکھلایا۔ اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔ جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے گزرا۔

جبکہ محکم آیات دیکھیں کہ اللہ نے حکم دیا اور بتلادیا کہ (اور ہم نے پہلے آیات میں بھی سب واضح محکم آیات پیش کی توحید و شرک کا فرق اور مشرکین کا حقیقی عقیدہ کیا تھا اس تعلق سے):

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَٰخِرِينَ﴾

¹³ أخرجه البخاري 4547 و مسلم 2667 صحيح أبو داود 4598-

(غافر:60)

(اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے)

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (البقرة:186)

(اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں بہت ہی قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعاء قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں)

اور اس قسم کے وسیلے و شفاعت کے تو مشرکین قائل تھے اور یہی ان کا شرک تھا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتَدْعُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (يونس:18)

(اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتے ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے)

جبکہ شفاعت نبوی اور دیگر اولیاء و صالحین کی بروز قیامت اللہ کی اجازت و اذن سے اور جس سے وہ راضی ہو اس کے حق میں تو برحق ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ مگر اس برحق شفاعت کا بس عنوان استعمال کر کے باطل شرکیہ و بدعیہ شفاعت و وسیلے کا عقیدت و محبت نبی و اولیاء کے نام سے پرچار کیا جاتا ہے⁽¹⁴⁾۔

مشرکین کے اسی عقیدے کا اظہار تو خود اس آیت کے ترجمے سے ظاہر ہے جو صاحب کنز الایمان ہی نے کیا ہے کہ:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ

¹⁴ تفصیل کے لیے پڑھیں ہماری ویب سائٹ پر مقالات ”شفیع المذنبین ﷺ کی چھ شفاعتیں۔ شیخ صالح بن فوزان الفوزان“، ”بروز قیامت

شفاعت پر ایمان لانا“۔ شیخ ربیع بن ہادی المدخلی، اس کے علاوہ کتاب تفسیر آیت الکرسی۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ (الاسراء: 57)

(وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے) کنز الایمان۔

اللہ تعالیٰ کی صفت استواء کی تاویل

اللہ تعالیٰ کی صفت استواء کا بعض جگہ تو وہی ترجمہ کیا کہ مستوی ہوا جیسا کہ شان کے لائق ہے، مگر جاننا چاہیے کہ اس طرح سے غیر سلفی مفوضہ بھی کرتے ہیں جبکہ ان کی نیت اس کے معنی تک کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اس کی تفویض (اللہ کے سپرد کرنا) ہوتی ہے، اور بہتان باندھتے ہوئے اسے یہ سلف کا مذہب باور کروا دیتے ہیں، حالانکہ ان کا مذہب ان کے معانی کو اور افعال الہی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور واقعہ ہے کہ: استواء معلوم ہے لیکن کیفیت مجہول ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر: 22)

(اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے)

اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت مجہول (آنے) کو جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے یہ نہیں مانتے لہذا ترجمہ یہ کیا کہ:

(اور تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار قطار)۔ کنز الایمان

لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے مثال میں بیان کیا تھا دوسری آیت میں جس میں رب کے آنے اور اس کی نشانیوں کے آنے کا علیحدہ ذکر ہے

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ (الانعام: 158)

(وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے)

یہاں چونکہ پھنس رہے تھے کہ رب کے آنے اور اس کی آیات نشانیاں و حکم وغیرہ کے آنے کا الگ ذکر ہے تو پھر پختہ بدل کر خود ساختہ ترجمہ کر دیا:

(کا ہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے)۔ کنزالایمان

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر ہونے کے صحیح عقیدے سے بچتے ہوئے وہی اہل بدعت کی تاویل والا ترجمہ کیا:

﴿أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ﴾ (الملک: 16)

(کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟)

ترجمہ کرتے ہیں:

(کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جیسی وہ کانپتی رہے)۔ کنزالایمان

وہی اشاعرہ و ماتریدیہ والا معاملہ کہ استواء (بلند ہونے) کا معنی استولیٰ (غلبہ پانا) سے دینے کی کوشش کی، لہذا ان کا بعض جگہ الرحمن علی العرش استویٰ کا معنی (وہ بڑی مہر والا، اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے) (طہ: 5) کنزالایمان، سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس کے پیچھے وہی مفوضہ والا مغالطہ پنہاں ہے۔

حیات النبی ﷺ کا باطل عقیدہ

بریلویوں کا یہ گمراہ کن عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ دیگر انبیاء کرام ﷺ پر بھی محض وعدہ الہی کی وفاء کے لیے ایک آن کو موت طاری ہوئی اب وہ قبر کی برزخی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کی مانند حسی طور پر زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔ اور بدعتیانہ محفل میلاد یا ہمارے بزرگوں وغیرہ کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ بلکہ انہیں فوت شدہ سمجھنا گستاخی ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ ان پر ظاہری موت طاری ہوئی تھی بس انہوں نے دنیا سے پردہ فرمالیا ہے۔ حالانکہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی عذاب قبر میں مبتلا ہوتا ہے اور کوئی اعلیٰ درجات و نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، اور انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین تو سب سے اعلیٰ برزخی حیات میں ہیں، بلکہ احترام میں شہداء کو مردہ تک کہنے سے منع فرمایا، ہاں البتہ اپنے رب کے پاس ہیں اس برزخی حیات کا تمہیں شعور نہیں، یہ نہیں کہ ہمیں پتہ ہے اب وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر نعوذ باللہ حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، علم غیب رکھتے ہوئے عرضیاں اور دہائیاں سن کر بگڑی بنانے والے ہیں بن چکے ہیں، یہ سب شرکیہ عقائد ہیں۔

چنانچہ واضح طور پر قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں، ایسا نہیں کہ اب وہ دنیاوی حیات کی طرح حیات ہیں جیسا کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے کہتے ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ زمر میں فرمایا:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: 30)

(بے شک تم بھی میت ہو جانے والے ہو اور یہ لوگ بھی میت ہو جانے والے ہیں)

اور سورہ آل عمران میں فرمایا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾

(آل عمران: 144)

(اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی، (جیسا کہ) بے شک ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں، یا انہیں قتل (شہید) کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے)

اور سورہ انبیاء میں فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (الانبیاء: 34-35)

(ہم نے تم سے پہلے بھی کسی بشر کو ہمیشگی نہیں دی، پس اگر تم پر موت آجائے گی تو کیا یہ (مخالفین) ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

اور سورہ رحمن میں فرمایا:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (الرحمن: 26-27)

(کائنات میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب ذو الجلال والا کرام کا چہرہ و ذات ہی باقی رہنے والی ہے)

اور ان کثیر احادیث کا کیا جواب دیں گے جن میں آپ ﷺ کی وفات اور دفنائے جانے کا ذکر ہے؟ اور یہ جو آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (15)

(قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر کو شق کیا جائے گا)؟!

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

وفات نبی ﷺ کے متعلق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اور اجماع صحابہ

”--- عَنْ رُوَيْدِ بْنِ رُوَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَى النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَاتَ وَأَبُوبَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْبَاعِيلُ: يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ، فَقَامَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِي رِجَالٍ وَأَرْجُلُهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُدْيِقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: أَيُّهَا الْخَالِفُ عَلَى رِسْدِكَ، فَلَبَّاتُكَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَدَّثَ اللَّهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، وَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾، وَقَالَ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾، قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ، قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَنَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبَدَغَ النَّاسِ، فَقَالَ: فِي كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ، فَقَالَ: حُبَابُ بْنُ الْمُنْذَرِ لَا وَاللَّهِ لَا نَفْعُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا وَلَكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْ سَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَابُهُمْ أَحْسَابًا، فَبَايَعُوا عُمَرُ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا، وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ، فَقَالَ: قَاتِلْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، فَقَالَ: عُمَرُ قَتَلَهُ اللَّهُ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

15 صحیح بخاری 2412 ”فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعُقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ---“

سَالِمٍ: عَنْ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ، قَالَتْ: فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتَيْهَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللَّهُ بِهَا لِقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لِنَفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللَّهُ بِذَلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدَى وَعَرَفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ يَتْلُونَ: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ... إِلَى الشُّكْرِينَ“ (16)

(عروہ بن الزبیر نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت مقامِ سَخ میں تھے۔ اسماعیل نے کہا یعنی عوالی کے ایک گاؤں میں۔ پس عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم اس وقت میرے دل میں یہی خیال آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضرور اس بیماری سے اچھا کر کے اٹھائے گا اور آپ ﷺ ضرور ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ کی موت کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر رسول اللہ ﷺ کے اوپر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ آپ ﷺ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا (17)۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے قسم کھانے والے! ذرا تامل کر۔ پھر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنایاں کی پھر فرمایا: خبردار لوگو! دیکھو جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر فرمایا (بے شک آپ ﷺ بھی میت ہو جانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں) (الزمر: 33)۔ اور فرمایا: (اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول ہی، جیسا کہ) بے شک ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں، یا شہید کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے) (آل عمران: 144)۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ راوی نے بیان کیا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے

16 صحیح بخاری 3670۔

17 کیونکہ فرمان الہی بھی ہے: ﴿وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدَّتْ تَرَكُنَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا، إِذَا لَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا﴾ (الاسراء: 74-75) (اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو یقیناً قریب تھا کہ آپ کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو ہی جاتے، اس صورت میں ہم ضرور آپ کو دگنی زندگی اور دگنی موت کا مزہ چکھاتے، پھر آپ اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتے)۔

اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہو گا (دونوں مل کر حکومت کریں گے) پھر ابو بکر، عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ان کی مجلس میں پہنچے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند آئی تھی پھر بھی مجھے ڈر تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی برابری اس سے بھی نہیں ہو سکے گی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (جماعت انصار) وزراء ہو۔ اس پر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے کہ نہیں اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں ہم امراء ہیں تم وزراء ہو (وجہ یہ ہے کہ) قریش کے لوگ سارے عرب میں شریف خاندان شمار کیے جاتے ہیں اور ان کا ملک (یعنی مکہ) عرب کے بیچ میں ہے تو اب تم کو اختیار ہے یا تو عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو یا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں بلکہ ہم آپ کی ہی بیعت کریں گے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔ اتنے میں کسی کی آواز آئی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تم لوگوں نے مار ڈالا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں اللہ نے مار ڈالا۔

اور عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے نقل کیا کہ عبد الرحمن بن قاسم نے بیان کیا، انہیں قاسم نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی نظر (وفات سے پہلے) اٹھی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں (داخل کر) آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا اور راوی نے پوری حدیث بیان کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہی کے خطبوں سے نفع پہنچا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ڈرایا کیونکہ ان میں بعض منافقین بھی تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طرح (غلط افواہیں پھیلانے سے) ان کو باز رکھا۔ اور بعد میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھادی اور اس حق سے انہیں روشناس کروادیا تھا جو ان پر لازم تھا (یعنی اسلام پر قائم رہنا) اور وہ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے «وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل» سے لے کر «الشاکرین» تک۔

وفات نبی ﷺ کے متعلق عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اور اجماع صحابہ

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَنِي نَفْسِي، فَقَالَ: لِمَ تُدْخِلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءُ مِثْلِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ مَنْ قَدْ عَلِمْتُمْ، فَدَعَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ، فَبَا رَيْتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ، قَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾؟ فَقَالَ

بَعْضُهُمْ: أَمَرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَ لَهُ إِذَا نَصَرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي: أَكْذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُولُ، قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَبَهُ لَهُ، قَالَ: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ نَوَّابًا، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ“ (18)

(سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے بزرگ بدری صحابہ کے ساتھ مجلس میں بٹھاتے تھے۔ بعض (جیسے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) کو اس پر کچھ اعتراض ہوا، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہیں آپ مجلس میں ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں حالانکہ ان کے جیسے تو ہمارے بھی بچے ہیں (انہیں تو نہیں بٹھاتے)؟! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے۔ پھر انہوں نے ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں بزرگ بدری صحابہ کے ساتھ بٹھایا (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ) میں سمجھ گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے انہیں دکھانے کے لیے بلایا ہے، پھر ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ الخ (جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی) تو بعض لوگوں نے کہا کہ جب ہمیں مدد اور فتح حاصل ہوئی تو اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کا ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ کچھ لوگ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پوچھا تو پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہی چیز بتائی ہے اور فرمایا کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی یعنی پھر یہ آپ ﷺ کی وفات کی علامت ہے اس لیے آپ ﷺ اپنے رب کی پاکی و تعریف بیان کیجئے اور اس سے بخشش مانگا کیجئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا) (19)۔

کنز الایمان میں موت و وفات کو انتقال سے تعبیر کیا ہے، اور انہی کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بھی یہ عام ہے۔ بظاہر معنی تو مناسب ہے کہ اس دار فانی سے برزخ میں منتقل ہونا انتقال ہے۔ لیکن اس کے بھی پیچھے ان کی بد عقیدگی کا فرما ہے کیونکہ یہ وفات کے لفظ کو جو کہ کتاب و سنت سے ثابت ہے بے ادبی سمجھتے ہیں، تو یہ انتقال کا یا پردہ فرمالیا کا لفظ استعمال کرتے اور کرواتے ہیں۔ حالانکہ اسے معنی کے اعتبار سے کوئی شرف و ادب اگر تصور کروانا ہے تو یہ سب کو ہی حاصل ہے کافر بھی انتقال ہی کرتا

18 صحیح بخاری 4970۔

19 تفصیل کے لیے پڑھیں ہماری ویب سائٹ پر مقالہ ”ان لوگوں کا رد جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد

دنیاوی حیات کی طرح حیات ہیں“۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

ہے اس طور پر کہ وہ دنیا سے اب برے عذاب کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ لفظ تو ایک ہے البتہ حقائق و انجام مختلف ہیں۔ لیکن چونکہ اس کے پیچھے وہی حیات النبی ﷺ والا غلط عقیدہ ہے لہذا اپنے تراجم سے اس تفریق کو خود ہی واضح کر دیتے ہیں۔ باقی ساتھ میں تفسیر خزائن العرفان بھی دیکھ لیں تو آپ کو ان کے اس عقیدے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جائے گا۔

سورة آل عمران والی آیت کا ترجمہ کیا:

(اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اٹے پاؤں پھر جاؤں گے)۔ کنزالایمان

اور سورة الزمر والی آیت کا یہ ترجمہ کیا:

(بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے)۔ کنزالایمان

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحید خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے متقاضی کے خلاف کوئی اور معنی و مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن و سنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں

info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتویٰ دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔